سیرت نبوی ﷺ اور حقوقِ انسانی کی تشریح و ترجمانی

پروفیسر ظفر الاسلام ☆

ABSTRACT

Human rights is relatively a new debate in social studies. In a pluralistic society, equality amongst human beings, irrespective of their religion is an important aspect of this debate. This generates an academic discussion regarding social relations with non-Muslims in a faith based community. From this perspective, some academicians have explored the life of Holy Prophet ﷺ to understand the relationship between Muslims and non Muslims in the Phrophetic era.

This paper analyzes this new *Sirha* literature comparing modern documents like Magna Carta and the last sermon of Holy Prophet ﷺ with particular reference to Dr. Nasir Ahmad's book which is a detailed study of Holy Prophet's ﷺ last sermon in the context of contemporary human rights debate.

سیرت نبوی ﷺ کا میدان بہت وسیع ہے۔ آپ ﷺ کی شخصیت جامعِ کمالات تھی۔ کوئی ایسا شعبۂ زندگی نہیں جس میں آپ ﷺ نے قولی و عملی مثال نہ چھوڑی ہو۔ ہر دور میں مختلف پہلوؤں سے سیرت کا مطالعہ کیا جاتا رہاہے اور انسانی زندگی کے مختلف شعبوں سے متعلق اس کے نمونوں کو پیش کیا جاتا ہے۔ یہ ایک نا قابلِ تردید حقیقت ہے کہ سیرت نبوی ﷺ میں بڑی جامعیت ہے۔ ہر مسئلہ میں اس سے رہنمائی ملتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن نے اسے بہترین نمونہ قرار دیا ہے۔﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾

☆ شعبۂ اسلامک اسٹڈیز، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، انڈیا

(الاحزاب:۲۱) یعنی آپ ﷺ کی زندگی مثالی ہے۔ اس کو اپنانے اور اختیار کرنے میں اہلِ اسلام کے لیے سرخروئی اور کامیابی ہے۔ اس حقیقت کی روشنی میں یہ ضروری تھا کہ اسوۂ حسنہ کے تمام گوشوں کو بے نقاب کیا جائے اور آپ ﷺ کی زندگی کے حالات کا پوری گہرائی سے مطالعہ کیا جائے۔ یہ سلسلہ اولین دور سے جاری ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ بھی جاری رہے گا۔ بعد کے دور میں اس نے باقاعدہ ایک فن کی صورت اختیار کر لی جسے سیرت نگاری سے تعبیر کیا گیا۔ یہ فن ایسا مقبول و مستحکم ہو گیا کہ ہر دور میں اسے تحریر وتقریر کا موضوع بنایا گیا۔اس پر خامہ فرسائی کے لیے مختلف مناہج اختیار کئے گئے اور نئے نئے زاویہ سے اس پر نظر ڈالی گئی۔ ایک طریقہ تو یہ اپنایا گیا کہ نبی کریم ﷺ کی پیدائش سے وفات تک کے تمام واقعات کو زمانی ترتیب کے ساتھ جمع کیا گیا اور یہ کوشش کی گئی کہ آپ ﷺ کی زندگی کا کوئی واقعہ ذکر ہونے سے نہ رہ جائے۔اس طرز پر سیرتِ نبویؐ کی بے شمار کتابیں ترتیب دی گئیں اور یہ کوشش کی گئی کہ آپؐ کی زندگی کے ہر واقعہ پر پوری تفصیل سے روشنی ڈالی جائے۔بعض مؤلفین نے کئی کئی جلدوں میں سیرت مبارکہ مرتب کی تاکہ آپ ﷺ کی زندگی کے تمام پہلو اور واقعات پورے شرح و بسط کے ساتھ سامنے آ جائیں۔ دوسرا طریقہ یہ اختیار کیا گیا کہ آپ ﷺ کی کثیر الجہتی شخصیت مبارکہ میں سے کسی ایک پہلو کو منتخب کر کے اس پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی۔یعنی معلم،مبلغ،ہادی،قاضی، سپہ سالار،فاتح،تاجر،شوہر، سربراہِ مملکت میں سے کسی خاص حیثیت سے آپ کے اعمال و کردار کا جائزہ لیا جائے۔تیسرا یہ کہ سیرت کے واقعات بیان کرتے ہوئے ان اعتراضات وشکوک و شبہات کا ازالہ کیا جائے جو مخالفین و معاندین آپ ﷺ کی زندگی کے مختلف پہلوؤں سے متعلق اٹھاتے ہیں اور مدلل ومحکم انداز میں ان کے مزعومات اور بے بنیاد خیالات کی تردید کی جائے۔ چوتھا یہ کہ موجودہ دور میں سیرت نگاری کے میدان میں ایک رجحان یہ بھی ابھرا ہے کہ ایک خاص زمانہ یا عصر حاضر میں جن مسائل پر زیادہ بحث و مباحثہ کیا جاتا ہے یا جن کے حل کیلئے علما ومفکرین تحریروں وتقریروں میں اپنے نکاتِ نظر پیش کرتے ہیں۔ ان کو پیش نظر رکھ کر سیرت نبوی ﷺ کا مطالعہ کیا جائے اور سیرت نبوی ﷺ کے حوالے سے ان کے حل کی جانب لوگوں کو متوجہ کیا جائے اور سیرتِ نبوی ﷺ سے جو رہنمائی ملتی ہے اسے اجاگر کیا جائے۔

اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ حضور اکرم ﷺ انسانی حقوق کے پاسباں رہے ہیں اور صحابۂ کرامؓ کو بھی ان کی پاسبانی کی تلقین کرتے رہے ہیں۔آپ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ سے اخوت،ہمدردی و بھائی چارگی کا بہترین درس ملتا ہے۔جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت، بلاکسی امتیاز سب کے ساتھ عدل کا معاملہ اور منصفانہ برتاؤ آپ ﷺ کی تعلیمات کے وہ روشن اصول ہیں جن کی مثال پیش کرنے سے دنیا قاصر ہے ۔عورتوں کے حقوق کا تحفظ اور ان پر دست درازی سے احتراز آپ ﷺ کی ہدایات کے اہم

اجزاء تھے۔ آپ ﷺ نے غلاموں و غریبوں کے حقوق نہ صرف واضح کیے بلکہ عملی طور پر انہیں برت کر اس سلسلہ میں رہتی دنیا تک کے لیے ایک مثال قائم کردی۔ مزید برآں انسانی حقوق کے تحفظ کے سلسلہ میں مسلم و غیر مسلم میں کوئی تفریق روا نہیں رکھی اور نہ ہی امیر و غریب میں تمیز کو گوارا کیا۔

نبی کریم ﷺ نے مسلموں و غیر مسلموں میں تعلقات و معاملات کے اصول و آداب وضع کیے تو ان میں بھی انسانی حقوق کی پوری پوری رعایت کی۔ بین الاقوامی سطح پر دوسرے ممالک کے سربراہوں سے تعلقات قائم کیے تو ان میں بھی عدل و انصاف اور انسانی اقدار کے تقاضوں کو پورا کیا۔ اس ضمن میں میثاق مدینہ اور خطبۂ حجۃالوداع مثالی دستاویزات کی حیثیت رکھتے ہیں۔ مؤخر الذکر کو بجا طور پر انسانیت کا منشور اعظم کہا جا سکتا ہے۔ حقیقت یہ کہ خطبۂ حجۃالوداع حقوقِ انسانی کا ایسا عالمی منشور ہے جو محسنِ انسانیت کی جانب سے اس وقت جاری کیا گیا جب دنیا میں اس نوع کے اصول وضوابط کا کہیں دور دور تک نام و نشان نہیں تھا۔ اس ضمن میں یورپ میں اولین دستاویز کی حیثیت سے میکنا کارٹا (Megna Carta) کا نام لیا جاتا ہے جو برطانیہ کے بادشاہ جان کے زمانہ میں جون ۱۲۱۵ء میں جاری کیا گیا اور باقاعدہ عالمی منشورِ حقوقِ انسانی تو اس کے تقریباً سات سو برس بعد دسمبر ۱۹۴۸ء میں اقوامِ متحدہ کی جنرل اسمبلی کے ذریعہ نافذالعمل ہوا۔

واقعہ یہ کہ سیرت نبوی ﷺ کی شاید ہی کوئی ایسی کتاب ہو جو خطبۂ حجۃالوداع کے ذکر سے خالی ہو۔ بیسویں و اکیسویں صدی عیسوی میں سیرت پر جو کتابیں لکھی گئی ہیں ان کے مشتملات کا بغور مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت سامنے آئے گی کہ ان میں سے بیشتر میں سیرت کے حوالہ سے انسانی حقوق و اقدار پر بڑی تفصیل سے بحث کی گئی ہے۔اس سے سیرت نگاری کا ایک نیا پہلو سامنے آتا ہے۔ اس کے پس منظر کے طور یہ کہا جائے تو غلط نہ ہو گا کہ یورپ میں جیسے جیسے انسانی حقوق کی آواز اٹھنے لگی اور اہلِ یورپ اس باب میں اپنے آپ کو علم بردار بنا کر پیش کرنے لگے اور یورپی اسکالر و مصنفین دوسری قوموں بالخصوص مسلمانوں کو انسانی حقوق سے ناآشنا سمجھنے لگے اور انہیں حقوق انسانی کا درس دینے لگے تو مسلم مؤرخین و سیرت نگاروں نے اس کا خاص اہتمام کیا کہ سیرت نبوی ﷺ کے حوالہ سے انسانی حقوق کی پاسبانی کے پہلو کو اچھی طرح نمایاں کیا جائے اور نبی کریم ﷺ نے اس سلسلہ میں جو شاندار روایات چھوڑی ہیں ان کو اجاگر کیا جائے۔خاص طور سے دنیا کے سامنے یہ حقیقت بے نقاب کی جائے کہ حقوق انسانی کے اولین معلم وعلم بردار حضور اقدس ﷺ اور آپؐ کے پیروکار تھے نہ کہ یورپ کے مفکرین و اسکالر۔

موجودہ دور کی سیرتی کتب کا جائزہ لیا جائے تو یہ واضح ہوگا کہ سیرت کی روایتی کتب کے علاوہ ایسی نئی کتابیں بھی منظرِ عام پر آرہی ہیں جن میں سیرت کے حوالہ سے جدید دور کے مسائل سے بھی تعرض کیا جاتا ہے اور آج کے دور میں اسلام، پیغمبر ﷺ اور قرآن کی نسبت سے جو اعتراضات اٹھائے جاتے ہیں ان کا

بھرپور جواب دیا جاتا ہے۔ عصر حاضر میں اسلام اور نبی کریمﷺ کی نسبت سے جو مسائل زیادہ زیر بحث آتے ہیں وہ ہیں: انسانی حقوق، حقوقِ نسواں، اظہار رائے کی آزادی، تعدد ازدواج، غیر مسلموں کے حقوق اور کمزور طبقات کے حقوق، جہاد اور اسلام۔ یہ وہ مسائل ہیں جو آج کے دور میں اسلام، پیغمبرﷺ اور قرآن کے سیاق میں پسندیدہ موضوعِ بحث بن چکے ہیں اور مختلف پیرایہ میں ان پر اظہار خیال کیا جاتا ہے۔ اہم بات یہ کہ ان موضوعات پر مستقل کتب و رسائل اور مضامین کے علاوہ اسلامی نظامِ حیات، تعلیمات، اقدار و احکام پر جو کتابیں لکھی جاتی ہیں ان میں بھی ان مسائل کو زیر بحث لایا جاتا ہے اور ان کی تشریح و ترجمانی پر خصوصی توجہ دی جاتی ہے۔ ان سب کا مقصد اصلاً یہ ہے کہ اسلام، قرآن و پیغمبرﷺ سے متعلق جو غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں یا پھیلائی جاتی ہیں وہ رفع ہو جائیں یا اسلام کی تعلیمات کے بارے میں جو شکوک و شبہات ابھرتے ہیں وہ زائل ہو جائیں۔

برصغیر میں سیرت نگاری کی ابتداء انیسویں صدی عیسوی میں ہوئی۔ سیرت نبویﷺ پر اعتراضات کے جواب کے اعتبار سے سرسید احمد خاں کی تالیف خطباتِ احمدیہ کو اولیت کا مقام حاصل ہے۔ بعد کے دور میں علامہ شبلی نعمانی اور مولانا سید سلیمان ندوی کی معرکۃ الآراء تصنیف سیرۃ النبیؐ کو بجا طور پر شاہکار کہا جاسکتا ہے۔ ان کے علاوہ اس ضمن میں زیر بحث موضوع کے اعتبار سے سیرت کی جو کتابیں خاص طور سے قابلِ ذکر ہیں وہ یہ ہیں:

- ☆ محسنِ انسانیت — نعیم صدیقی
- ☆ سیرتِ سرور عالمؐ — سید ابوالاعلیٰ مودودی
- ☆ مقالاتِ سیرت — آصف قدوائی
- ☆ رحمۃ للعالمینؐ — قاضی محمد سلیمان منصور پوری
- ☆ اسوۂ رسولؐ — عبدالحیٔ
- ☆ الرحیق المختوم — صفی الدین مبارک پوری
- ☆ خطبات مدراس — سید سلیمان ندوی
- ☆ پیغمبرِ اسلامﷺ — محمد حمیداللہ، مترجم: خالد پرویز
- ☆ رسول اکرمؐ کی سیاسی زندگی — محمد حمیداللہ
- ☆ خطباتِ بہاول پور — محمد حمیداللہ
- ☆ انسان کامل — خالد علوی

☆ اسوۂ کامل محمدﷺ عبدالرؤف ظفر

☆ مکی اسوۂ نبویﷺ محمد یٰسین مظہر صدیقی

☆ محاضراتِ سیرت محمود احمد غازی

☆ خطبۂ حجۃ الوداع ......حقوق انسانی کا عالمی منشور نثار احمد

زیر بحث موضوع پر مطبوعہ کتابوں کی فہرست اور طویل ہو سکتی ہے۔لیکن یہاں محض اس بات پر زور دینا مقصود ہے کہ انسانی حقوق کی نسبت سے اسلام اور قرآن پر بڑھتے ہوئے اعتراض کے پس منظر میں سیرت نبویﷺ کی کتابوں میں اس موضوع پر بحث کرنے کا رجحان بڑھ گیا ہے اور بیشتر اہم کتابوں میں نہ صرف ان کو موضوع بحث بنایا گیا ہے بلکہ موجودہ عالمی پس منظر میں ان پر تفصیل سے اظہار خیال کیا جاتا ہے۔ کسی ایک مقالہ میں انسانی حقوق اور متعلقہ مسائل کے پہلو سے ان تمام کتابوں کا مطالعہ اور ان کے مشتملات کا تجزیہ بہت مشکل ہے۔اس لیے کسی ایک یا دو کتابوں کی روشنی ہی میں ان کا مطالعہ و تجزیہ بہتر ہوگا۔ پیش نظر مقالہ میں سیرت نگاری کے نئے رجحانات کو واضح کرنے کے لیے خاص طور سے ڈاکٹر نثار احمد کی کتاب ''خطبۂ حجۃ الوداع۔حقوق انسانی کا عالمی منشور'' کا تجزیاتی مطالعہ مقصود ہے۔ناچیز کی رائے میں یہ اپنی نوعیت کی پہلی تحقیقی کاوش ہے۔ زیر بحث موضوع کے اعتبار سے اس کے بہت سے امتیازات ہیں۔

ان میں سے چند کا ذکر یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے:

۱- اس میں عالمی منشور حقوق انسانی کی نوعیت سے خطبہ کے متن کا مفصل تجزیاتی مطالعہ پیش کیا گیا ہے اور اسے اپنے موضوع کے اعتبار سے اولین و اہم ترین دستاویز قرار دیا گیا ہے۔

۲- اس میں قدیم و جدید اردو کتب سیرت میں سے تقریباً پچاس کتابوں کا اس نقطۂ نظر سے جائزہ لیا گیا ہے کہ ان میں خطبۂ حجۃ الوداع کی ترجمانی کس طور پر ملتی ہے اور یہ محاکمہ بھی کیا گیا ہے کہ اس میں خطبہ کا کتنا حصہ نقل کیا ہے اور اس ضمن میں مصادر ومراجع کا حوالہ دیا ہے کہ نہیں۔

۳- اس میں مصنف نے ان کتب حدیث اور سیر و مغازی کا مختصر تعارف پیش کیا ہے جن سے انہوں نے خطبہ کے مشتملات اخذ کیے ہیں۔ کس ماخذ میں خطبہ کے کون سے جملے یا دفعات مذکور ہیں اس کی بھی نشان دہی کی ہے۔ مزید برآں کس کتاب میں کن راویوں سے خطبہ کے جملے منقول ہیں اس کی فہرست بھی درج کی ہے۔

۴- آخری پیغمبر ہونے کی حیثیت سے آپﷺ کے عالمگیر مشن کے امتیازات اور اس کی خصوصیات واضح کی گئی ہیں۔

۵- خطبہ کے پس منظر، موقع و محل اور سفرِ حجۃ الوداع کی تفصیلات بشمول راستہ و منزلیں بڑے جامع

انداز میں پیش کی ہیں۔

۶۔ خطبۂ حجۃ الوداع کی نوعیت و ماہیت پر بحث میں ابلاغ کے نقطۂ کمال، تعمیرِ حیات کا عملی خاکہ اور بنیادی انسانی حقوق کے عالمی منشور کے پیرایہ میں بڑی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔

۷۔ مغرب میں ۱۲۱۵ء سے ۱۹۴۸ء تک حقوق انسانی سے متعلق جاری شدہ اہم دستاویزات کا تعارف دیا ہے ان کی دفعات درج کی ہیں اور ان کی بے وقعتی اور کمزوریوں کی نشان دہی بھی کی ہے۔ ان میں یہ دستاویزات شامل ہیں: منشورِ اعظم برطانیہ، جاری شدہ ۱۲۱۵ء، حقوق انسانی و باشندگان فرانس ۱۷۸۹ء، نوشتۂ حقوق امریکہ ۱۷۹۱ء اور عالمی منشور حقوق انسانی اقوام متحدہ ۱۹۴۸ء۔

۸۔ مصنف نے عربی متن خطبۂ حجۃ الوداع کو موضوع کے اعتبار سے مرتب کر کے الگ الگ سرخیاں قائم کی ہیں۔ پھر ہر سرخی کو مختلف دفعات میں مرتب کیا ہے۔ مقدمہ و اختتامیہ کے علاوہ یہ سرخیاں قائم کی ہیں: اساسیات، اجتماعیات، دینیات، عقائد و عبادات، معاملات و اخلاقیات، یہ تمام متن ۴۸ مرکزی دفعات اور ۷۱ ذیلی دفعات پر مشتمل ہے۔ مزید برآں مصنف نے ترتیب وار ان دفعات کا اردو ترجمہ بھی پیش کیا ہے۔

۹۔ مصنف کے بقول یہ پہلی کتاب ہے جس میں خطبہ کا مکمل متن مآخذ کے حوالہ کے ساتھ نقل کیا گیا ہے۔

۱۰۔ آخری باب میں توضیحات کے تحت مصنف نے خطبہ کے مشتملات کا خلاصہ و تجزیہ مختلف عناوین کے تحت پیش کیا ہے اور حقوق انسانی کے عالمی منشور کی حیثیت سے اس کی اولیت، افضلیت اور اہمیت کو خاص طور سے واضح کیا ہے۔

۱۱۔ یہ کتاب اس نقطۂ نظر سے بھی بڑی اہمیت و افادیت رکھتی ہے کہ ہر باب کے آخر میں بڑے مبسوط حواشی دیے گئے ہیں اور مراجع کے نقل کرنے کا خاص اہتمام کیا گیا ہے۔

مصنف گرامی نے کتاب کے ابتدائیہ میں بجا طور پر اسے آپ ﷺ کی حیات مقدسہ کے اہم ترین واقعات میں سے قرار دیا ہے اور عالمی تاریخ نگاری کے حوالہ سے بھی یہ ان نمایاں ترین واقعات میں سے ہے جن کا بعد کی عالمی تاریخ پر بہت گہرا اثر پڑا[1]۔ اس میں دین کے اساسیات کا اظہار ہے، دین فطرت کی تکمیل کا اعلان ہے، عدل اجتماعی کے محرکات کا بیان ہے اور حقوق انسانی کے عالمی منشور کا اجراء ہے۔ اس کے نکات کے اخذ کرنے میں عالم انسانیت کے لیے فلاح کی راہ ہے اور اس کے دفعات کی تنفیذ میں

۱۔ ڈاکٹر نثار احمد، خطبہ حجۃ الوداع، حقوق انسانی کا عالمی منشور، لاہور، بیت الحکمۃ، ۲۰۰۵ء، ص ۱۳

معاشرتی امن وامان کی یقین دہانی ہے۔ بقول مصنف یہ کہا جاسکتا ہے کہ ''خطبۂ حجۃ الوداع نہ صرف یہ کہ آپ ﷺ کی تمام تر مبلغانہ مساعی کا ماحصل، مسلمانوں کے لیے آخری پیغمبرانہ وصیت اور تکمیل دین کا عام اعلان تھا بلکہ عصر حاضر کے حوالہ سے دراصل یہی خطبہ عالمی انسانی منشور کی حیثیت بھی رکھتا ہے جس کے ذریعہ چار دانگ عالم کو امن وعافیت، تہذیب و معاشرت، صلح و آشتی کے ساتھ ساتھ حقوق انسانیت و آدمیت سے بھی سرفراز کیا گیا''۔(۲)

خطبۂ حجۃ الوداع کی اسی اہمیت کے پیش نظر سیرت نبوی ﷺ اور تاریخ اسلام کی شاید ہی کوئی ایسی کتاب ہو جس میں اس خطبہ کا ذکر نہ ہو۔ لیکن ڈاکٹر نثار احمد کا یہ تأثر ہے کہ ارباب سیر و مؤرخین نے حجۃ الوداع کے واقعات تو بڑے اہتمام وتفصیل سے بیان کیے ہیں لیکن خطبہ کے متن کو مربوط ومکمل طور پر پیش کرنے کی جانب بہت کم توجہ دی گئی(۳)۔ وہ اس پر بھی حیرت ظاہر کرتے ہیں کہ بنیادی مآخذ میں کسی ایک روایت میں خطبہ کا متن یکجا نہیں ملتا۔ مختلف مآخذ سے انھیں جمع کرکے مکمل و مرتب انداز میں پیش کرنا ممکن ہوسکتا تھا۔ غالباً یہی صورت حال اس کتاب کی تالیف کی محرک ثابت ہوئی، لیکن اس کے مشتملات کے مطالعہ وتجزیہ میں انہوں نے جس پہلو کو سب سے زیادہ نمایاں کیا وہ یہ ہے کہ یہ خطبہ حقوق انسانی کے عالمی منشور کی حیثیت سے اہم ترین دستاویز ہے۔ اس حیثیت سے اس کے غائرانہ مطالعہ سے قبل انہوں نے یہ ضروری سمجھا کہ اردو میں سیرتی ادبیات کا جائزہ لیا جائے اور یہ دیکھا جائے کہ خطبۂ حجۃ الوداع کے متن کی نسبت سے ان کے مرتبین کا کیا رویہ رہا ہے، چنانچہ انہوں نے پچاس سے زائد اردو سیرتِ کتب اور کچھ رسائل کے خاص سیرت شماروں کا جائزہ لے کر ان پر تبصرہ فرمایا ہے جن کا موضوع سیرت ہے اور متن خطبہ کے ذکر کی نسبت سے ان کی خوبیوں وکمزوریوں کو واضح کیا ہے۔ مثال کے طور پر انہوں نے اردو سیرت نگاری کے حوالہ سے علامہ شبلی کے کام کو اردو سیرت نگاری کے بلوغ کی دلیل قرار دیا ہے اور یہ بجا فرمایا ہے کہ ''علامہ شبلی سے پہلے سیرت نگاری کے جو نمونے دستیاب ہوئے وہ مختلف جہات سے تشنگی رکھتے ہیں۔ واقعہ یہ کہ شبلی محض ایک شخص کا نام نہیں ایک عہد اور ایک تحریک کا نام ہے''(۴) لیکن خطبۂ حجۃ الوداع کی حیثیت سے ان کی ''سیرۃ النبیؐ'' پر یہ تبصرہ کرتے ہیں کہ ''خطبہ حجۃ الوداع کو ایک مربوط ومسلسل خطبہ کی حیثیت سے علامہ شبلی نے بھی نقل نہیں کیا ہے بلکہ متفرق جملے الگ الگ طور پر نقل کرکے ارشاد نبوی ﷺ کی

۲- خطبۂ حجۃ الوداع، محولہ بالا، ص۱۴

۳- ایضاً، ص۱۴

۴- ایضاً، ص۱۶

اہمیت و اثرات سے بحث کی ہے۔ اس سلسلہ میں مجموعی طور پر تقریباً ۱۵ جملے مذکور ہیں۔(۵) واقعہ یہ کہ علامہ شبلی نے خطبہ کے خاص فقروں کو الگ الگ نقل کر کے ان پر بڑے جامع انداز میں تبصرہ فرمایا ہے اور ان کی یہ بحث تقریباً تین صفحات میں پھیلی ہوئی ہے(۶)۔ اسی طرح ڈاکٹر حمیداللہ کی تالیف ''رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی'' کے باب ''انسانیت کے منشور اعظم'' کے حوالہ سے وہ لکھتے ہیں کہ ڈاکٹر صاحب موصوف نے خطبۂ نبوی ﷺ کی اس نئی اور بروقت تعبیر کو صرف عنوان تک محدود رکھا اور خطبہ نبوی کے تقریباً ۱۶ جملوں کا محض اردو ترجمہ ہی نقل فرمایا جب کہ عربی متن کے لیے بعض مآخذ کی طرف اشارہ کر دینا ہی کافی سمجھا''(۷)۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ ڈاکٹر حمید اللہ مرحوم کی کتاب میں خطبہ حجۃ الوداع صرف ۱۲ جملوں کا نہیں بلکہ ۱۲ پیراگراف پر مشتمل ہے جو چار صفحات میں پھیلا ہوا ہے(۸)۔ بہرحال مختلف کتبِ سیرت کا ناقدانہ جائزہ لے کر مصنف نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ:

> ''خطبۂ حجۃ الوداع کا مکمل متن دستیاب نہیں ہے۔ متن خطبہ کی جمع و ترتیب کے سلسلہ میں اب تک جو کوششیں کی گئیں وہ کئی اعتبار سے تشنہ رہی ہیں۔ خطبہ کے مرتبین و جامعین میں سے بعض نے صرف کتب احادیث وسنن سے ہی متن خطبہ کو اخذ کرنے کی کوشش کی اور کتب تاریخ وسیر کو درخور اعتنا نہیں سمجھا، جب کہ بعض نے صرف کتبِ تاریخ و سیر اور کلام و ادب کو ہی مصدر بنایا اور کتب احادیث وسنن کو سامنے نہیں رکھا۔ خطبہ کی ترتیب و تدوین میں منتخب متون کے مصادر کا حوالہ بالالتزام نہیں دیا گیا''(۹)۔

اس کتاب میں متن خطبۂ حجۃ الوداع کی جمع و ترتیب اور اس کے تجزیاتی مطالعہ کی یہ غرض و غایت بھی فاضل مصنف کے پیش نظر رہی ہے کہ منشور انسانیت کی حیثیت سے اس کے نکات کو واضح کیا جائے اور دنیا کے سامنے حقوق انسانی کے نقیب کی حیثیت سے اس کی قدر و قیمت آشکارا کی جائے اس لیے کہ عہد حاضر میں جیسے جیسے انسانی حقوق کا شعور عالمی سطح پر بیدار ہوتا جا رہا ہے منشور انسانیت کی حیثیت سے اس کی اہمیت

۵- ایضاً، ص ۶۳ (حاشیہ نمبر ۷)

۶- علامہ شبلی نعمانی، سیرۃ النبیؐ، اعظم گڑھ، دارالمصنفین، شبلی اکیڈمی، ۲۰۰۳ء، ۲/ ۱۱۹-۱۲۳

۷- خطبۂ حجۃ الوداع، ص ۲۴، ۴۱

۸- ڈاکٹر محمد حمیداللہ، رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی، دیوبند، ۱۹۶۳ء، ص ۳۰۲، ۳۰۵

۹- خطبۂ حجۃ الوداع، محولہ بالا، ص ۳۹

و افادیت بڑھتی جارہی ہے۔ اس لیے وقت کا تقاضا ہے کہ متونِ خطبہ کے مندرجات سے منشور انسانیت کی دفعات کو ماخوذ کرکے دنیا کے سامنے پیش کیا جائے اس لیے کہ ابھی تک اس نہج پر بہت کم کام ہو پایا ہے[۱۰]۔ واقعہ یہ کہ متون خطبہ کی تحقیق و تدوین میں صاحبِ کتاب نے بڑی جانفشانی اور دیدہ ریزی سے کام لیا ہے۔ تمام دستیاب مصادر سے نہ صرف یہ کہ استفادہ کیا ہے بلکہ ان کا الگ الگ تعارف بھی پیش کیا ہے اور جس ماخذ میں خطبہ کا جو حصہ انھیں دستیاب ہوا اس کی نشان دہی بھی کی ہے[۱۱]۔

فاضل مصنف نے خطبہ کے مشتملات کی اہمیت و معنویت اس پس منظر اور موقع و محل کے حوالہ سے بھی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے جس میں یہ پیش کیا گیا۔ سیاسی، مذہبی، تمدنی واخلاقی مختلف اعتبار سے متعدد ممالک کی صورت حال کا جائزہ لے کر یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ مجموعی طور پر پوری دنیا اس وقت سیاسی، مذہبی و اخلاقی زوال کا شکارتھی، اصنام پرستی کا دور دورہ تھا اور انسانیت ذلیل و خوار ہو رہی تھی۔ اس عالمی تاریخی پسِ منظر میں پیغمبر انسانیتﷺ نے اپنا خطبۂ حجۃ الوداع یعنی پہلا عالمی منشور ارشاد فرما کر بنی نوع انسان کو زندگی کی اعلیٰ رفعتوں سے ہم کنار فرمایا۔ یہ اس کا بہترین اور مناسب ترین موقع تھا۔ اس وقت چار دانگ عالم کی فضائے بسیط میں کہیں کوئی زندگی آمیز و زندگی آموز پکار، کوئی حیات بخش و حیات افزا پیغام نہ گونجا تھا، کہیں کوئی منشورِ انسانیت، کوئی فرمانِ آدمیت، کوئی نوشتۂ نجات، کوئی چارٹر موجود نہ تھا[۱۲]۔

زیر مطالعہ کتاب میں خطبہ کی ماہیت اور قدر و قیمت اس نقطہ نظر سے بھی واضح کی گئی ہے کہ یہ محض کسی خاص وقتی ضرورت کی پیداوار، کسی ہنگامی حالت کا نتیجہ، محض منصوبہ و خیالی باتوں کا مجموعہ یا صرف تجاویز و سفارشات کا مسودہ نہ تھا بلکہ یہ اسلام کے بنیادی اقدار کا مجموعہ اور اصولی تعلیمات کا مظہر تھا اور زندگی کی تعمیر کا عملی خاکہ پیش کرنے والا تھا۔ یہ بات بخوبی معروف ہے کہ آپﷺ نے اس خطبہ سے تقریباً ۲۳ سال قبل اپنی عالمی دعوت کا آغاز کیا تھا اور زندگی بھر اسی کی تبلیغ و اشاعت اور اس کی عملی مثال قائم کرنے میں مصروف رہے۔ ابلاغ حق اور اتمام حجت کی خاطر اب آخر میں ضروری تھا کہ اسی سرزمین پر کوہ عرفات کے دامن سے اسے پھر نشر کردیا جائے اور خطبہ کی صورت میں دین کی مبادیات و اساسیات کا خلاصہ بیان کردیا جائے جن کی تبلیغ و اشاعت کے آپ مکلّف بنائے گئے تھے۔ مقصود یہ تھا کہ اسلام کے پورے نظام کا ایک خاکہ پیش کردیا جائے جس کا عملی نمونہ پہلے ہی قائم کیا جاچکا تھا اور آئندہ بھی جن پر عمل آوری میں

۱۰- ایضاً، ص۳۹-۴۰

۱۱- ایضاً، ص۴۲-۶۱

۱۲- ایضاً، ص۱۰۳-۱۰۶

انسانیت کی فلاح و نجات مضمر تھی(۱۳)۔

حقوق انسانی کے عالمی منشور کی حیثیت سے خطبۂ حجۃ الوداع کی اہمیت و وقعت اس وقت اور واضح ہوجاتی ہے جب عہد وسطیٰ یا جدید دور میں جاری کردہ منشورات حقوق انسانی کے مطالعہ سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ وہ کسی سیاسی مصلحت کا نتیجہ تھے یا کسی وقتی جذبہ کی پیداوار یا کسی طبقہ و گروہ کے دباؤ سے متاثر ہوکر انھیں جاری کیا گیا۔ یعنی ان تمام دستاویزات میں کسی لحاظ سے بھی ابدی، آفاقی و انسانی اقدار کی کارفرمائی نہیں تھی، اس کی وضاحت کرتے ہوئے صاحب کتاب لکھتے ہیں کہ امراء کی بغاوت کی آگ ٹھنڈی کرنے کے لیے اور حالات کے وقتی حل کے لیے میگنا کارٹا جاری کیا گیا۔ اس کی افادیت بہت حد تک محدود، عارضی و وقتی اور مقامی تھی۔ اس لیے کہ اس کا اجراء برطانوی تاریخ کے ایک مخصوص زمانہ، مخصوص حالات کے پیش نظر محدود عرصہ کے لیے ہوا تھا۔ اسی طرح اس کے تقریباً پانچ سو سال بعد فرانس کے اعلان حقوق انسانی نے ۱۷۸۹ء میں شہرت پائی۔ یہ اعلان ان تصورات کے نمایاں عکاس ہیں جو انقلاب فرانس کے پس پشت کار فرما تھے۔ عہد جدید کی ایک اور اہم دستاویز امریکی نوشتہ حقوق جو ۱۷۹۱ء میں جاری کی گئی، مخصوص سیاسی حالات کی پیداوار تھی(۱۴)۔ دوسرے مصنف نے اس جانب بھی متوجہ کیا ہے کہ مغرب میں حقوق انسانی کی جو دستاویزات جاری کی گئیں ان کی حیثیت تجاویز و سفارشات سے زیادہ نہ تھیں۔ وہ قوت نافذہ سے محروم تھیں۔ اس کی مثال دیتے ہوئے وہ لکھتے ہیں کہ عصر حاضر کی وہ دستاویز جو حقوق انسانی کی نقیب سمجھی جاتی ہے اور جسے اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے ۱۰ دسمبر ۱۹۴۸ء کو منظور کیا تھا تجویز و سفارش سے زیادہ اس کی اہمیت نہیں تھی اور کسی مملکت کے لیے Universal Declaration of Human Rights کا تسلیم کرنا لازمی و لابدی نہیں ہے۔ اس منشور کی حیثیت سراسر اخلاقی ہے۔ قانونی نقطۂ نظر سے اس کا کوئی وزن و مقام نہیں۔ بعض مصنفین کے بقول یہ تو سماجی و معاشی پالیسیوں کے محض اصول ہیں(۱۵)۔ اس کے برعکس مصنف کی نظر میں خطبۂ حجۃ الوداع میں فرمودات نبوی ﷺ عملی ترغیب اور حکم کا درجہ رکھتے ہیں اور ان سے سرتابی، ان کی نافرمانی نہ صرف یہ کہ صلاح و فلاح آدمیت و انسانیت میں حارج ہے بلکہ دین و دنیا دونوں میں نقصان و خسران کا باعث ہے۔ خطبہ جلیلہ میں ان اصولوں کا دوٹوک بیان ہے جن پر تعمیر حیات کا اصل مدار ہے۔ خطبہ مبارکہ میں ان تعلیمات کا خلاصہ موجود ہے جو دراصل پورے دین حق کی زندگی و تابندگی

۱۳- ایضاً، ص ۱۳۳

۱۴- ایضاً، ص ۱۳۵-۱۳۷

۱۵- ایضاً، ص ۱۳۳-۱۳۴

کا ثبوت ہیں اور جن کو روبعمل لائے بغیر کسی کامیاب انسانی معاشرہ کی تشکیل ممکن نہیں[(۱۶)]۔ ان تمام باتوں سے صاحبِ کتاب یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ ''انسانی حقوق کے عالمی منشور ہونے کی اصل مصداق اگر کوئی دستاویز ہوسکتی ہے تو یہی خطبہ حجۃ الوداع کی دستاویز ہے اور اگر کوئی اعلان، منشور، دستور، نوشتہ بدرجہ آفاقیت انسانی حقوق اور آزادیوں کی ضمانت بن سکتا ہے تو وہ بجز خطبۂ انقلاب، خطبۂ رسالت مآب ﷺ کوئی نہیں اور عرصہ تاریخ میں اولیت کا تاج صرف خطبۂ حجۃ الوداع کو ہی پہنایا جاسکتا ہے''[(۱۷)]۔

یہاں یہ واضح رہے کہ ڈاکٹر نثار احمد نے مغرب میں جاری کردہ چاروں دفعات کے متن کا اردو ترجمہ دفعات کی صورت میں نقل کیا ہے۔ لیکن باضابطہ طور پر ان کا موازنہ دفعہ وار خطبۂ حجۃ الوداع کی دفعات سے نہیں کیا ہے۔ غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ مؤخر الذکر دفعات ہدایات ربانی کا پرتو ہیں، اللہ رب العزت کی رہنمائی میں انہیں جاری کیا گیا۔ مصنف موصوف نے بہت صاف صاف لفظوں میں فرمایا کہ ''اس کا متن، مواد اور مضامین سراسر الہامی ہیں (وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ) ۔ ایک تو اس لیے کہ یہ خود کلام نبوت ہے دوسرے یہ قرآنی تعلیمات اور احادیث رسالت مآب کا نچوڑ اور خلاصہ ہے''[(۱۸)]۔ جب کہ مغربی دستاویزات کی دفعات محض انسانی کوششوں کا نتیجہ تھیں اور حکومت وقت کی تجویز و تائید سے مشروط تھیں۔ اس لیے دونوں میں موازنہ کی کوئی بنیاد بن نہیں پائی۔ اس لیے صاحب کتاب نے صرف مجموعی طور پر ان پر تبصرہ پر اکتفا کیا ہے اور خطبۂ حجۃ الوداع کی مستقل آفاقی و عالمگیری حیثیت کو بار بار نمایاں کرکے پیش کیا ہے[(۱۹)]۔

انسانی حقوق کے منشور ہونے کی حیثیت سے اس خطبہ کا ایک امتیاز یہ بھی ہے کہ اس نے انسان کو یہ یاد دلایا کہ اس کا معبود صرف اللہ ہے۔ بندہ بندے کا غلام نہ بنے بلکہ صرف اللہ رب العالمین کی اطاعت و بندگی کے لیے اپنے آپ کو وقف کردے۔ یہی صراط مستقیم ہے یہی امن کا راستہ ہے۔ اسی میں احترامِ انسانیت اور شرف آدمیت ہے[(۲۰)]۔ محسن انسانیت ﷺ نے خطبہ کے ذریعہ پوری انسانیت کو فوز و فلاح کا یہ راستہ اس وقت دکھایا جب معلوم دنیا میں ہر جگہ آدمی آدمی کا غلام تھا۔ حاکمیت ربانی کی بجائے طاغوت کی حکمرانی کا سکہ رواں تھا۔ مصنف کے بیان کے مطابق ابتداءِ خطبہ میں جو کچھ بیان کیا گیا وہ رسول اکرم ﷺ

۱۶- ایضاً، ص۱۳۴

۱۷- ایضاً، ۱۳۷

۱۸- ایضاً، ص۲۵۲۔ نیز دیکھیے ص۱۳۷

۱۹- ایضاً، ص۱۰۱، ۱۳۵، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۴۹--۲۵۰

۲۰- ایضاً، ص۲۱۸

کی دعوت کا اصل الاصول تھا یعنی اللہ ہی کو اپنا خالق و مالک ماننا، اسی کو معبود حقیقی اور ملجا و ماویٰ تسلیم کرنا۔ یہ تمام باتیں دین کی حفاظت کی دلیل ہیں اورانسانی حقوق و آزادیوں کے لیے یہ باتیں تحفظِ دستور کے ارکان ہیں۔ کیوں کہ اگر دین ہی محفوظ نہ رہے، دستور ہی دست برد زمانہ سے نہ بچ سکے تو دین کے عطا کردہ تحفظات اور دستور کی فراہم کردہ آزادیوں اور حقوق کا اجراء کس طرح ہوگا، احترامِ آدمیت اورتکریمِ انسانیت کی ضمانت کون دے گا(۲۱)۔ خطبہ کے متن کے سلسلہ میں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اس میں نہ صرف یہ کہ دین کے اصل الاصول (توحید) کی دعوت دی گئی، بلکہ نہایت سادہ انداز میں دینی فرائض کا خلاصہ بھی بیان کردیا گیا جو اسلام کے سارے نظام کی بنیاد ہے۔ مصنف فرماتے ہیں کہ ''حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے جس دین فطرت کو پیش فرمایا وہ چند سادہ اصولوں اور گنے چنے فرائض و واجبات پر مشتمل تھا۔ حجۃالوداع کے عظیم الشان موقع پر دین کا خلاصہ خاتم النبیین ﷺ نے یوں ارشاد فرمایا:

> ''خوب سن لو! کہ اپنے پروردگار کی عبادت کرو اور پنج گانہ نماز ادا کرو، سال بھر میں ایک مہینہ کے روزے رکھو، مالوں کی زکوٰۃ نہایت خوش دلی کے ساتھ دیا کرو، خانہ خدا کا حق بجالاؤ اور اپنے اولیائے امور و حکام کی اطاعت کرو جس کی جزا یہ ہے کہ تم پروردگار کے فردوس بریں میں داخل ہو جاؤ گے''(۲۲)۔

اجتماعی زندگی کے اقدار اور تمدن و معاشرت کی خوشگواری اور ترقی میں صاحبِ کتاب نے جس چیز کو سب سے زیادہ اہمیت دی ہے وہ مرد وعورت کے بہتر تعلقات اور خاص طور سے ایک دوسرے کے حقوق کی پاسداری ہے۔ اس پہلو سے خطبہ کے نکات بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔ بقول مصنف تمدن و معاشرت کی پہلی اکائی خاندان ہے جس کا آغاز ایک مرد اور ایک عورت کے اشتراک و تعاون سے ہوتا ہے۔ اس اشتراک و تعاون کا دائرہ بڑھتا چلاجاتا ہے یہاں تک کہ قبیلہ ،قوم و ملت تک جاپہنچتا ہے۔ اس اکائی کا استحکام تمدن و معاشرت کے استحکام کی ضمانت ہے اور اس کا انحصار اس بات پر ہے کہ اکائی کے دونوں ارکان میں حقوق و فرائض کا توازن ہو۔ محسن انسانیت ﷺ نے ارکان خاندان و ارکان معاشرہ کے حقوق و فرائض متعین کر کے ایسا میزان عطا کر دیا کہ اگر ان کی دیانت داری کے ساتھ تعمیل کی جائے تو نہ صرف ایک گھر اور اس کا ماحول بلکہ پورا معاشرہ عدل و توازن سے ہم آہنگ ہوسکتا ہے(۲۳)۔ اسوۂ حسنہ کے علاوہ خطبہ حجۃ الوداع کے الفاظ

۲۱- ایضاً، ص ۲۱۸-۲۱۹

۲۲- ایضاً، ص ۲۲۷-۲۲۸

۲۳- ایضاً، ص ۲۲۲-۲۲۳

سے بھی اس باب میں رہنمائی ملتی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''لوگو! تمہارے اوپر جس طرح تمہاری عورتوں کے حقوق ہیں، اسی طرح ان پر تمھارے کچھ حقوق واجب ہیں۔ عورتوں پر تمھارا حق یہ ہے کہ تمہارے گھروں میں کسی ایسے کو نہ آنے دیں جنہیں تم نہیں چاہتے اور یہ کہ معروضات میں تمہاری نافرمانی نہ کریں۔ اگر وہ فرماں برداری کریں تو تمھیں ان پر (زیادتی کرنے کی) کوئی راہ نہیں ہے۔ پس عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو اور عورتوں کے متعلق میں تم کو خیر کی تلقین کرتا ہوں''(۲۴)۔

ان ارشادات نبوی ﷺ کے حوالہ سے مصنف نے بجا تبصرہ فرمایا ہے کہ حقوقِ نسواں کے تحفظ کی جو ضمانت حضور ختمی مرتبت علیہ الصلوٰۃ والتحیہ کے خطبہ جلیلہ میں دی گئی تھی اور اشتراک حقوق وسلوک کی جو تاکید فرمادی گئی تھی اب صدیاں گذرجانے کے بعد بھی دنیا کے کسی دستور، کسی منشور میں ایسا تحفظ نہیں پایا جاتا(۲۵)۔ بقول علامہ شبلی ''آج تک عورتیں ایک جائداد منقولہ تھیں، جو قمار بازی میں دانوں پر چڑھا دی جاسکتی تھیں۔ آج پہلا دن ہے کہ یہ گروہ مظلوم ،یہ صنف لطیف، یہ جوہر نازک قدر دانی کا تاج پہنتا ہے''(۲۶)۔

انسانی حقوق کو جو چیزیں ملیامیٹ کرنے والی ہیں وہ حسب ونسب پر فخر ہے، پندار وغرور ہے یا مال و دولت اور طاقت کی بنیاد پر انسان انسان میں تفریق ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے جو اسلامی نظام قائم کیا تھا اس کے تحت جاہلیت کے تمام آثار و ادارات مٹ گئے تھے۔ یہ انقلاباتِ حالات دیکھنے والوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تھا۔ یہ سب ایسی حقیقتیں تھیں جو پردہ تاریخ پر ثبت ہوچکی تھیں، اب اگر کسی رسمی اعلان کی ضرورت باقی تھی تو وہ خطبۂ حجۃ الوداع کے اس اعلان سے پوری ہوگئی کہ جب ہادی کل، فخر الرسل نے اسی خطبہ حجۃ الوداع میں اپنی زبان وحی ترجمان سے یہ اعلان فرمادیا کہ:

''آگاہ ہوجاؤ جاہلیت کی ہر چیز میرے پیروں تلے روندی جاچکی ہے اور جان لو کہ زمانۂ جاہلیت کے سارے خون (اور سلسلہ ہائے انتقام) اور

۲۴- ایضاً، ص۲۲۳

۲۵- ایضاً، ص۲۲۴

۲۶- سیرۃ النبیؐ، محولہ بالا، ص۱۲۱

اموال باطلہ اور آثار قیامت تک کے لیے کالعدم ہیں''(۲۷)۔

اس طرح جاہلیت کے تمام فخر و مباہات کے بادل چھٹ گئے اور دین مبین کا آفتاب گویا نصف النہار پر چمکنے لگا اسی کے ساتھ آپ ﷺ نے یہ بھی واضح فرمادیا کہ میرے بعد اب اور کوئی پیغمبر آنے والا نہیں ہے اور نہ دوسری کوئی امت برپا ہوگی اب اس امت کی ذمہ داری ہے کہ وہ حقوقِ انسانی کی پاسبانی کرے اور انسانی اقدار کی محافظ بنے، چنانچہ ارشاد فرمایا:

''میں تمھیں بتاؤں کہ مسلم کون ہے، مسلم وہ ہے جس کی زبان و ہاتھ سے لوگ محفوظ رہیں اور مومن وہ ہے جس کی زبان و ہاتھ سے لوگوں کے جان و مال کو خطرہ نہ لاحق ہو اور اصل میں مہاجر وہ ہے جو غلطیوں و گناہوں سے کنارہ کشی کرے اور مجاہد وہ ہے جو اطاعت الٰہی کی راہ میں اپنے نفس سے جہاد کرے''(۲۸)۔

ساتویں صدی عیسوی میں معاشی سطح پر جو جابرانہ، ظالمانہ نظام رائج تھا وہ سود کا نظام تھا جس سے عدل اجتماعی متاثر ہورہا تھا اور انسانی حقوق کی بھی نفی ہورہی تھی۔ قرآنی ہدایات کی روشنی میں آپ ﷺ نے سختی سے اس کی ممانعت فرمائی اور خطبۂ حجۃ الوداع میں بھی اس کے بارے میں یہ حکم جاری فرمایا:

''جان لو! جاہلیت کا تمام سودی کاروبار اب باطل ہے البتہ اپنی اصل رقم لینے کا تمہیں حق ہے جس میں نہ اوروں پر ظلم ہو نہ تم پر ظلم (نقصان) اور اللہ نے یہ بات طے کردی ہے کہ اب سود کی کوئی گنجائش نہیں''(۲۹)۔

خطبۂ جلیلہ میں جو معاشرتی و معاشی اصول وضوابط بیان کیے گئے ہیں وہ بلاشبہ حقوق انسانی کی پاسبانی کے امین ہیں۔ انھیں زیر مطالعہ کتاب کے مندرجات کی روشنی میں اس طور پر واضح کیا جاسکتا ہے:

۱- وحدتِ آدم، تمام انسان برابر ہیں، اصل ونسل ایک
۲- زبان، وطن، رنگ اور دوسرے امتیازات باطل
۳- مساوات انسانی
۴- انسانی، سماجی، اجتماعی اداروں کا تحفظ
۵- تحفظ حقوق انسان ومسلمان، مرد و زن و غلام

۲۷- ایضاً، ص۲۲۷

۲۸- ایضاً، ص۲۲۸

۲۹- ایضاً، ص۲۳۲

۶- انسانی سماجی اداروں کی اصلاح

۷- اخوتِ انسانی، اخلاقیات انسان

۸- معاشرتی ظلم کی ہر نوع ناپسندیدہ

۹- بنیادی انسانی حقوق اور ذمہ داریاں، آزادیاں

۱۰- تحفظ مال کی ضمانتیں

۱۱- ظلم وغصب مال سے اجتناب

۱۲- ادائے امانت کا حکم

۱۳- معاشی ظلم کی ہر شکل ممنوع (ربا وغیرہ)

۱۴- عاریۃً لی ہوئی چیز واپس کرنی چاہیے

۱۵- ضامن کو تاوان ادا کرنے کی ہدایت

۱۶- عورتوں و غلاموں کے حقوق میں لباس و غذا کی اہمیت

۱۷- ہر ایک کی جان و مال اور عزت و آبرو معزز و محترم ہے

۱۸- عورتوں کے حقوق مردوں پر اور مردوں کے عورتوں پر واجب ہیں

۱۹- امانت اسی کے سپرد کی جائے جو اس کا اہل و حق دار ہے

۲۰- اللہ نے ہر حق دار (از روئے وراثت) کو اس کا حق دے دیا ہے اب کسی وارث کے حق میں وصیت ایک حد سے زیادہ جائز نہیں

۲۱- ہاں مجرم اپنے جرم کا آپ ذمہ دار ہے[۳۰]

ان میں سے جو اہم نکات ہیں خاص طور سے انسانی حقوق کے تحفظ کے اعتبار سے۔ مصنف گرامی نے ان کی مزید تشریح فرمائی ہے اور ان کو نمایاں حیثیت دی ہے۔ مثلاً احترام آدمیت اور شرف انسانیت۔ انہوں نے آپ ﷺ کے کارہائے نمایاں میں اسے عظیم ترین کارنامہ قرار دیا ہے کہ آپ ﷺ کی بدولت انسان معراج انسانیت پر فائز ہوا اور انسانی تکریم اور شرف آدمیت کی قندیل روشن ہوئی اور تاریخ میں پہلی بار انسان کے وقار و احترام کی حقیقی ضمانت دی گئی۔ یہ نبوی کارنامہ اپنے خاص تاریخی پس منظر میں اور زیادہ وقیع اس لیے نظر آتا ہے کہ اس وقت انسان ہر شرف سے محروم، پستی و ذلت کی آخری انتہا پر کھڑا تھا، ہر ملک و ہر خطہ میں اخوت و مساوات کے الفاظ بے معنی تھے، اقتدار و اختیار، دولت و ثروت کے آگے ہر شرف

۳۰- ایضاً، ص ۲۲۹-۲۳۱

ہیچ تھا(۳۱)۔ ان حالات میں آپ علیہ نے دنیا کو یہ پیغام جاں فزا سنایا:

''لوگو! تمہارے خون، تمھارے مال، تمہاری عزت و آبرو، آپس میں ایک دوسرے پر حرام و محترم ہے جس طرح یہ دن، یہ مہینہ محترم ہے قیامت تک کے لیے۔

لوگو! میری بات سنو اور سمجھ لو، ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور ایک مومن دوسرے مومن کے لیے (آج کے دن کی طرح حرام و محترم ہے) کہ اس کا گوشت دوسرے مومن پر حرام ہے کہ اسے کھائے، پیٹھ پیچھے اس کی غیبت کرے اور اس کی آبرو بھی دوسرے مومن پر حرام ہے کہ اس پر ہاتھ ڈالے اور اس کی قبائے عزت کو پھاڑ ڈالے، اس کا چہرہ بھی حرام ہے کہ اس پر مارے اور اسے اذیت پہنچانا بھی حرام ہے اور یہ بھی حرام ہے کہ اسے دھتکارے اور ذلیل و خوار کرے۔ مجھ سے سن لو تم زندگی گذارو (رہو سہو مگر اس طرح) کہ ظلم نہ کرنا، خبردار! ظلم نہ کرنا، سنو! ظلم نہ کرنا۔

ہاں! مجرم اپنے جرم کا ذمہ دار ہے۔ ماں باپ کے جرم کا بیٹا ذمہ دار نہیں ہے اور بیٹے کے جرم کا باپ ذمہ دار نہیں ہے اور بیٹے کے جرم کا جواب دہ باپ نہیں ہے(۳۲)۔

ان کلمات پر تبصرہ کرتے ہوئے صاحبِ کتاب فرماتے ہیں کہ ان ارشاداتِ رسالت پر غور کیجیے اور ایک مرتبہ پھر اس وقت، اس زمانہ کا تصور کیجیے جب کہ حقوق و مساوات انسانی کا یہ سبق، احترام آدمیت کا یہ فرمان یا مختصر لفظوں میں یہ منشور انسانیت سرور عالم علیہ کی طرف سے جاری کیا جارہا تھا، تاریخ بتاتی ہے کہ اس منشور انسانیت کا اجراء آج سے کوئی ڈیڑھ ہزار برس پہلے اس وقت رو بہ عمل آرہا تھا جب کہ دنیا میں کہیں حقوق انسانی کا تصور موجود نہیں تھا۔ انسانی مساوات کے الفاظ لغت اقوام میں سراسر اجنبی تھے(۳۳)۔

مصنف گرامی نے خطبۂ حجۃ الوداع کی اہمیت وعظمت اس اعتبار سے بھی واضح کی ہے کہ جس ذات گرامی نے اسے پیش کیا اس کی حیثیت آفاقی و عالم گیر تھی اور جو پیغام انسانیت آپؐ نے سنایا و عطا کیا اس کی نوعیت بھی عالم گیر تھی، وہ لکھتے ہیں:

''ہادیٔ عالم، نبی معظم، محمد رسول اللہ علیہ کی نبوت و رسالت چوں کہ عالمگیر ابدی و آفاقی ہے اس لیے آپؐ کی حیثیت بجائے خود اس بات کی متقاضی

۳۱- ایضاً، ص۲۳۴-۲۳۵

۳۲- ایضاً، ص۲۳۶-۲۳۷

۳۳- ایضاً، ص۲۳۷

تھی کہ آپؐ کا لایا ہوا دین و پیغام ابدی، آفاقی اور عالمگیر ہو، چنانچہ سید المرسل ﷺ پر جو کتاب نازل ہوئی اور جو آپ کی لائی ہوئی شریعت اور تبلیغ و تعلیم کا محور بنی وہ بھی ابدی، آفاقی اور عالمگیر رشد و ہدایت کا منبع ہے۔ اس کتاب کا تخاطب بھی تمام انسانوں سے ہے"(۳۴)۔

اسی طرح نبی کریم ﷺ نے ہدایات ربانی کی روشنی میں جو پیغام دنیا کو دیا اور انسان کو انسانیت کا جو سبق سکھایا وہ بھی آفاقی و عالمگیر تھا، اس میں ذرہ برابر شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ اور پھر اس خطبۂ جلیلہ کی قدر و قیمت اس کے مشتملات کی نوعیت سے بھی عیاں ہوتی ہے کہ یہ کوئی وقتی چیز نہیں تھی، یہ محض عارضی و ہنگامی ہدایات کا مجموعہ نہ تھا بلکہ اس کی حیثیت بھی آفاقی و عالمگیر تھی وہ اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"پیغمبر انسانیت ﷺ نے اپنے اس خطبۂ جلیلہ میں جن بنیادی انسانی حقوق اور تحفظات کو معاشرے و مساوات انسانی کے لیے لازم ٹھہرایا (اور جن میں سرفہرست تحفظ جان، تحفظ مال و ملکیت، تحفظ عزت و آبرو، حقِ انصاف و مساوات اور فرق و امتیاز کے بغیر انسانوں کے ساتھ یکساں سلوک اور دیگر معاشرتی حقوق و مسائل ہیں ان کی نوعیت یہ ہے کہ) وہ تمام تر ایجابی (POSITIVE) اور واقعی (REAL) حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کو عوام کی طفل تسلی کے لیے خطابت کے زور پر، کاغذی پیرہن میں وقتی حل کے طور پر نہیں پیش کیا گیا ...... بلکہ ان کے پیچھے اسلام کی مستقل تعلیمات، قرآن کی ابدی، آفاقی ہدایات اور ریاست نبوی ﷺ کی تابندہ روایات جلوہ گر تھیں، ان حقوق کو عملاً برت کر دکھایا جاچکا تھا اور ایسے تحفظات، اس ریاست، اس معاشرہ میں فراہم کیے جاچکے تھے جو اجرائے حقوق انسانی اور تشریف و تکریم آدمیت کی بجائے خود ضمانت تھے"(۳۵)۔

مصنف گرامی نے اس خطبۂ عظیمہ کی اہمیت نہ صرف اس کے پسِ منظر کے حوالہ سے واضح کی ہے بلکہ پیشِ منظر یا مابعد کے حالات کی روشنی میں بھی اس کی قدر و قیمت اجاگر کی ہے۔ان کے خیال میں عرصۂ

۳۴- ایضاً، ص۱۰۱

۳۵- ایضاً، ص۲۳۸

دراز تک یہ خطبہ اسلامی معاشرہ کا روح رواں بنا رہا اور اس کی آفاقی و انسانی قدروں سے لوگ رہنمائی حاصل کرتے رہے۔ اس نے اہل اسلام کو انسانی اقدار کے علاوہ آزادی اور جرأت و ہمت کے سبق سکھائے اور جب بعد میں اسلام مشرق و مغرب کی وسعتوں پر چھاگیا تو حقوق انسانی کی سوغات اور آزادیوں کا توشہ دوسری اقوام کو بھی ملا۔ مصنف نے تبصرہ فرمایا ہے اور صحیح تبصرہ فرمایا ہے کہ ''جہاں جہاں شرفِ آدمیت کے چراغ روشن ہوئے اور احترام و حقوق انسانی کے لیے آواز بلند کی گئی اس کا سرچشمہ اسی منشورِ انسانیت میں پنہاں ہے''(۳۶)۔

اپنی بحث کے آخر میں حاصل مطالعہ کے طور پر نہ صرف یہ کہ نہایت جامع انداز میں اس یادگاری خطبہ کی عظمت و فضیلت پر روشنی ڈالی ہے بلکہ موجودہ حالات میں اس کی معنویت و افادیت کو بڑے مؤثر انداز میں واضح کیا ہے اور اس کے اسباب و عِلل پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ خود ان کے الفاظ میں:

> ''ظرف و زماں کی ہزار تبدیلیوں کے باوجود انسانیت دم بہ دم خیر و فلاح سے محروم ہوتی جارہی ہے، اقصائے عالم میں رفتہ رفتہ ایک عالمگیر جاہلیت کا اثر و نفوذ بڑھتا چلا جارہا ہے ...... قوم ہو یا فرد آج ہر ایک کمزوروں سے طاقت کی وہی زبان استعمال کررہا ہے اور قوت کی وہی دلیل آگے لارہا ہے جو کبھی دور جاہلیت کا طرۂ امتیاز تھا۔ انسانی حقوق کی پامالی اور آزادیوں کی غلامی کے ہزار عنوان قائم ہوگئے ہیں ...... انسانی معاشروں میں جاہلیت کے آثار و مفاخر نے پھر سے جنم لے لیا ہے، امن عالم کو پہلے سے زیادہ خطرہ در پیش ہے۔ استعماریت، طبقاتی کشمکش، نسلی اور قومی امتیازات نے خشکی و تری ہر جگہ فساد برپا کر رکھا ہے اور بحیثیت مجموعی قبائے انسانیت گرد آلود ہوگئی ہے۔ اس صورتِ حالات میں، ایسے عالم میں پھر سے ضرورت ہے کہ اس صوتِ ہادی کو سنا جائے جس نے کوئی ڈیڑھ ہزار برس پہلے کایا پلٹ دی تھی کیا عجب منشورِ انسانیت کے ان چند فقروں کی دیانت دارانہ تعمیل سے ہی عالم انسانیت کتنی لعنتوں سے نجات پاجائے اور اس شاہراہ حیات پر گامزن ہوجائے جو دین و دنیا کی فلاح کی راہ ہے''(۳۷)۔

۳۶- ایضاً، ص ۲۵۰

۳۷- ایضاً، ص ۲۵۰-۲۵۱

سچ تو یہ ہے کہ خطبہ کے آخری دفعہ **فلیبلغ الشاهد الغائب** کا تقاضا بھی یہی ہے کہ خطبہ اور اس کے مشتملات کی تشریح و ترجمانی اور ان کی تبلیغ و ترسیل کا سلسلہ جاری رہے تاکہ اہل اسلام خود اس عظیم واقعہ کی یاد تازہ کرتے رہیں اور خطبہ کے اصل پیغام حقوق انسانی سے واقف ہوتے رہیں اور دنیا والوں کے دلوں میں یہ حقیقت جاگزیں کرسکیں کہ خطبہ حجۃ الوداع ہی اصلاً حقوق انسانی کا عالمی منشور ہے اور کوئی دوسرا منشور یا دستور اس سے بڑھ کر انسانی حقوق کو تحفظ دینے والا اور انسان کو عزت و وقعت کے مقام پر فائز کرنے والا نہیں ہے۔ اگر حاضر سے غائب تک یا حال سے مستقبل تک خطبہ کے پیغام کی ترسیل کا سلسلہ جاری رہے گا تو اس کا فیض عام ہوتا رہے گا اور نہ صرف اہل اسلام بلکہ دوسرے بھی اس کے ثمرات و برکات سے مستفیض ہوں گے۔ اللہ کرے ہم سب کو اسلامی اقدار و انسانی حقوق کی نشرو اشاعت اور ان کی پاسبانی کی توفیق نصیب ہو۔